اسرائیلی تعلیمی نصاب کی ایک جھلک

رضی الدین سیّد *

ABSTRACT:

An attempt is hereby made to peep inside Israel of finding what sort of syllabus they are carrying on in their own educational institutions.

نئے عالمی نظام اور امریکی ایجنڈے کے تحت پورے عالمِ اسلام میں عموماً اور سرزمینِ پاکستان میں خصوصاً دوسری بڑی منفی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ اسکولوں، کالجوں اور جامعات کے تعلیمی نصابوں کو تبدیل کرنے اور انہیں لبرل بنانے کا کام بھی زور و شور کے ساتھ جاری ہے۔ کہا جارہا ہے کہ بطورِ انسانیت تمام انسان برابر ہیں لہٰذا بہت زیادہ بنیاد پرستی پھیلانے اور دوسرے مذاہب کے خلاف تعصّبات کو جنم دینے والے مضامین کو درسی کتابوں سے نکال دینا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ سالوں میں سلطان صلاح الدین ایوبی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بارے میں مضامین اور بعض حمدیہ نظمیں بھی خارج از نصاب کردی گئی ہیں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہودیوں کے خلاف ہونے والی جنگِ خیبر، اور گزشتہ دور میں بھارت کی جانب سے مسلط کردہ ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کو بھی درسی کتابوں سے خارج کیا جاچکا ہے۔ حالانکہ ان معاملات پر ان دنوں پورے پاکستان میں بڑا اوویلا بھی مچا تھا اور ملک میں ایک ہمہ گیر تحریک بھی چلی تھی۔ لیکن دنیا بھر میں جن منصوبوں کو صہیونی اور بھارتی ہدایات کے تحت نافذ العمل ہونا ہوتا ہے، اُن کے خلاف ہمارے ہاں کا تمام احتجاج اور ہر قسم کا واویلا بے معنی سمجھا جاتا ہے۔

ایک طرف ہمارے حکمرانوں کی ذہنی مرعوبیت کا نمونہ درجِ بالا ہے اور دوسری جانب وہ صہیونی طرزِ عمل خود ہے جو ہر معاملے پر یکسو ہے اور جو اپنے ہاں کسی بھی قسم کی تبدیلی لانا گوارا نہیں کرتا۔

اس مقالے کے ذریعے یہ جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے کہ خود اسرائیل میں تعلیمی اداروں کے نصاب کی کیا حالت ہے اور وہاں طلبہ کو کیا کچھ پڑھایا جارہا ہے!

امریکا میں مقیم ایک عرب عیسائی Steven Slaita نے اپنی کتاب "Anti Arab Racism in the USA" میں

* ڈائریکٹر۔ نیشنل اکیڈمی آف اسلامک ریسرچ، کراچی۔ برقی پتا: national.a.research@gmail.com
تاریخِ موصولہ: ۱۵؍۱ اکتوبر ۲۰۱۱ء

اسرائیل کے تعلیمی نصاب کے بارے میں کافی تفصیل سے بتایا ہے۔اس نے لکھا ہے کہ تل ابیب یونیورسٹی نے اپنے طلبہ کے لیے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ ''یہودی ایک منصفانہ اور انسانی معاشرہ تشکیل دینے میں مصروف ہیں۔یعنی وہ عربوں کے خلاف جنگ کرنے میں منہمک ہیں جو اسرائیل میں یہودیوں کو بسنے دینے کے قائل نہیں ہیں'' اس کا مقصد یہی ہے۔ مذکورہ مصنف لکھتا ہے کہ اسرائیلی کتابوں میں یہودیوں کو بہادر، محنت کش اور ملک کی ترقی میں مددگار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ عرب قوم ان تمام خصوصیات سے عاری ہے۔کتابوں میں عربوں کو ایک ایسی قوم ظاہر کیا گیا ہے جو کمتر، غیر مہذب، سُست الوجود اور بے حِس ہے۔ان کے مطابق عرب قاتل ہیں، جلاؤ گھیراؤ کرتے ہیں اور آسانی سے مشتعل ہو جاتے ہیں۔''یہ منتقم مزاج، بیمار اور شور کرنے والے لوگ ہیں''۔

مصنف لکھتا ہے اگرچہ ''اسرائیلی نصابوں میں حالات کے تحت بعض اصلاحات بھی کی جارہی ہیں لیکن ان کا تعلق فلسطین اور اس کے باشندوں سے نہیں ہے۔ایک سترہ سالہ اسرائیلی طالب علم نے بتایا کہ اس کی کتابیں اسے بتاتی ہیں کہ ہر وہ کام جو یہودی کرتے ہیں، عمدہ اور قانونی ہوتے ہیں، جبکہ عربوں کے تمام فیصلے غلطی سے پُر ہوتے ہیں اور یہ کہ عرب ان یہودیوں کو فلسطین سے نکالنے کے ہمیشہ درپے رہتے ہیں۔تعلیمی کتابوں میں اس طرح کے اسباق سمو کر وہاں کی حکومت یہودی طلبہ میں عربوں اور مسلمانوں کے خلاف بالکل ابتدا ہی سے نفرت کو جنم دینے کی کوشش کرتی ہے۔

حیفہ (اسرائیل) کے ایک اسکول کی چھٹی جماعت کے ستّر فیصد یہودی طلبہ نے بتایا کہ عرب باشندے قاتل، اغوا کنندہ، جرائم پیشہ اور دہشت گرد ہوتے ہیں۔اسی اسکول کے اسّی فیصد طلبہ نے بتایا کہ عرب لوگ گندے ہیں اور ان کے چہرے دہشت ناک ہیں۔ان کے نوّے فیصد طلبہ نے اظہارِ رائے کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل یا فلسطین پر عربوں کا کوئی حق نہیں ہے۔''(۱)

اس نے مزید وضاحت کی ہے کہ ''۱۹۶۷ء سے اب تک اسرائیل میں جو کتابیں شائع ہوتی چلی آرہی ہیں، ایک امریکی مصنف وایڈیٹر ''کوہن'' کے مطابق ان میں سے ۵۲۰ کتابوں میں فلسطینیوں کے بارے میں توہین آمیز منفی تبصرے پائے جاتے ہیں جن میں عربوں کو تشدد پسند، برائی کا سرچشمہ، جھوٹے، لالچی، دو چہروں والے اور غدار قرار دیا گیا ہے۔ان خصوصیات کے علاوہ مذکورہ مصنف کوہن نے نوٹ کیا کہ عربوں کو رسوا کرنے کی خاطر مذکورہ کتابوں میں مندرجہ ذیل الفاظ بار بار استعمال کیے گئے ہیں:

قاتل = ۲۱ بار، سانپ = ۶ بار، گندے = ۹ بار، منحوس جانور = ۱۷ بار، خون کے پیاسے = ۲۱ بار، بھوتوں اور جنوں پر یقین رکھنے والے = ۹ بار اور اونٹ کے کوہان = ۲ بار۔

''ایڈیٹر کوہن لکھتا ہے کہ عربوں کے بارے میں یہ خرافات عبرانی (یہودی) ادب و تاریخ کا ایک بڑا حصہ ہیں۔

حضرت اسحاقؑ کے مقابلے میں وہ حضرت اسماعیلؑ اوران کی اولاد کے لیے ابتدا ہی سے دشمنی کا رویہ رکھتے ہیں۔اسرائیلی مصنفین خود بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ایسا اس لیے کرتے ہیں تا کہ اس طرح وہ یہودی طلبہ کے نظریے پر اثر انداز ہوسکیں اورتا کہ اس طرح یہودی طلبہ عربوں کے ساتھ ''معاملہ طے کرنے کے لیے'' تیار ہو جائیں۔

ایک بار سابق اسرائیلی صدر موشی کٹساوٗ (Katsav) نے کہا تھا کہ ''ہمارے اور دشمنوں کے درمیان ایک بڑا خلا ہے اور یہ خلا محض صلاحیتوں کے لحاظ سے نہیں بلکہ اخلاق، تمدن، انسانی جانوں کی حرمت اور ضمیر کے لحاظ سے بھی ہے۔فلسطینی وہ لوگ ہیں جو ہمارے براعظم اور ہماری دنیا سے تعلق نہیں رکھتے۔ان کا تعلق ایک دوسری کہکشاں سے ہے''۔کتاب کا مذکورہ مصنف ''اسٹیون سلیٹا'' کہتا ہے ''رات کو اسرائیلی ایک پُرسکون نیند لیتے ہوں گے کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کی نصابی کتابیں اپنا کام خوب کررہی ہیں''۔(۲)

اسرائیلی تعلیمی اداروں میں مختلف درجات پر یہودیوں پر ہٹلر کے مظالم کا فرضی قصہ 'ہولوکاسٹ' کے نام سے پڑھایا جانا بھی لازمی تصور کیا جاتا ہے تا کہ ان کی آنے والی نسلیں اپنے باپ دادا کی ''قربانیوں'' اور یہودی قوم کی دنیا بھر میں مظلومیت کی حالت سے واقف ہوسکیں۔ظاہر ہے کہ ظلم وستم کے تفصیلی اور بار بار کے مطالعے سے ان کے اندر انتقام کا شدید ردِعمل پیدا ہونا لازمی ہے۔یہودی شریعت کے مطابق دنیا میں پائے جانے والے تمام غیر یہودی بشمول عیسائی اور مسلمان، ''گویم'' (Goyem) (چوپائے، اُمّی اور احمق) ہیں۔لہٰذا اسی بنیاد پر ان کی ہر سطح کی درسی کتابوں میں یہودی طلبہ کو اصرار کے ساتھ پڑھایا جاتا ہے کہ وہ اپنے علاوہ باقی تمام قوموں کو گویم، رذیل اور چوپائے سمجھیں۔مگر افسوس کہ آج کوئی عیسائی اور مسلم حکمران اسرائیل سے نہیں کہتا کہ وہ اپنے نصاب سے انتقامی ردِعمل کو جنم دینے والے 'ہولوکاسٹ'' اور گویم والے اسباق خارج کردے۔بقول کسی مغربی دانشور کے کہ دنیا کے امن کو تاراج کرنے سے اگر کسی قوم کو دلچسپی ہے تو وہ صرف یہودی قوم ہے۔

ایک معروف یہودی مصنف آنجہانی اسرائیل شحاک اپنی کتاب ''اسرائیل میں یہودی بنیاد پرستی'' میں لکھتا ہے کہ اسرائیل کے تعلیمی اداروں میں طلبہ کو یہودیوں کی بنیادی مذہبی کتاب ''تالمود'' کا مطالعہ ضرور کروایا جاتا ہے۔تعلیمی حکام اپنے طلبہ کو ہدایت دیتے ہیں کہ عبادت کرنے، خیرات دینے یا دوسرے نیک کام کرنے کے بجائے تالمود (یہودی مذہبی قوانین کی کتاب) کا مطالعہ ان کے لیے جنت میں داخلے کے لیے زیادہ بہتر ہے اور جو طلبہ تالمود کے مطالعے میں منہمک ہوتے ہیں، وہ خود اپنے اپنے خاندان، اپنے مالی معاونین اور دوسرے یہودیوں کے لیے بھی کسی حد تک جنت میں داخلے کا ذریعہ بنتے ہیں۔(۳)

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے کہ ریاستِ اسرائیل کے قیام کے چند برسوں کے بعد ہی اوّل درجے کے اسکولوں کی ریاضی کی کتابوں سے جمع (+) کا نشان ختم کر کے اس کی جگہ T کا نشان لگا دیا گیا تھا، اور کہا گیا تھا کہ جمع کا نشان یہودی

بچوں کو مذہبی اعتبار سے بگاڑ سکتا ہے۔ اگر افغانستان میں یہ تبدیلی طالبان نے کی ہوتی، یا ایرانی یا چینی حکومت نے ''ثقافتی انقلاب'' کے دوران ایسا کیا ہوتا تو اس پر بہت شور مچتا۔(۴) اسی ایک مثال سے اسرائیلی تعلیمی اداروں میں یہودی بنیاد پرستی کی شدت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

یہودی مذہب پر معروف ربیوں کی لکھی ہوئی امریکی ضخیم کتاب ''ایکسپلورنگ جیوئش ٹریڈیشن'' میں بتایا گیا ہے کہ ''یہودی اساتذہ اپنے طلبہ کو ذہن نشین کراتے ہیں کہ جیسے جیسے وہ بوڑھے ہوتے جائیں گے، انہیں اندازہ ہوتا جائے گا کہ تورات کے ہر حرف کے پیچھے کتنے آنسو اور کتنی مشکلات پوشیدہ ہیں''۔ اسی طرح کی پڑھائی جانے والی ایک نظم کا نمونہ یہ ہے۔

''پڑھو الف بے۔ جو میں کہہ رہا ہوں، بچو! اسے دھیان سے سنو۔ جب تم بڑے ہو جاؤ گے تو خود سمجھ جاؤ گے کہ
ہر حرف کے اندر کتنے آنسو اور کتنے بین پوشیدہ ہیں!''

اس وقت امریکا اور اسرائیل میں اَن گنت اسکول اور کالج ایسے ہیں جن میں مرد و خواتین کو تورات اور جدید علوم دونوں کا عالم بنائے جانے کے کورس کروائے جاتے ہیں۔ ایک بڑا ربی 'الزر' دونوں قسم کی تعلیمات کے بارے میں کہتا ہے۔ ''اگر تورات نہیں ہے، تو دنیا کا کوئی پیشہ نہیں ہے۔ اگر آٹا نہیں ہے تو تورات بھی نہیں ہے اور اگر تورات نہیں ہے تو آٹا بھی نہیں ہے۔'' اس طرح اس نے طلبہ کو گویا یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ مذہبی اور عصری دونوں علوم ان کے لیے ناگزیر ہیں۔

نظم کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے تمام کاروبار اور پیشوں کو صرف خدا کی ہدایت کے مطابق چلانا چاہیے جس کے لیے تورات کے گہرے علم کی ضرورت ہے۔ اس طرح یہودی ربی اپنے طلبہ کو مذہبی بنیاد پرستی سے جان چھڑانے کی بجائے انہیں مستحکم کرنے کی ہدایت کرتا ہے۔

تورات کی تشریح کرتے ہوئے پڑھایا جاتا ہے۔ ''تالمود نے انسانی زندگی کے مختلف ادوار کا ایک نظام الاوقات پہلے ہی سے طے کر دیا ہے''۔ تالمود کہتی ہے: ''پانچ سال کی عمر سے بائبل (تورات و زبور) پڑھنا شروع کر دو۔ تیرہ سال کی عمر میں مذہبی فرائض کی ادائیگی کرنے لگو۔ پندرہ سال کی عمر سے تالمود کا مطالعہ اختیار کرنے لگو اور بیس سال کی عمر سے رزق تلاش کرنے نکل کھڑے ہو''۔ اس طرح کے پڑھائے جانے والے اسباق سے یہودی طلبہ کے اندر سوائے اس بنیاد پرستی کے دوسری اور کیا کیفیت پیدا ہوگی جسے اسلامی ممالک کے نصاب سے خارج کرنے کے لیے صہیونی اور امریکی مل کر احکام جاری کر رہے ہیں؟

عالمی طور پر نصاب میں تبدیلی کی جو مہم صہیونیوں نے سیکڑوں سال پہلے شروع کی تھی، اسے سب سے پہلے ایک سابق امریکی صنعتکار ہنری فورڈ اول نے محسوس کیا تھا۔ چنانچہ اپنی کتاب ''دی انٹرنیشنل جیوز'' (اردو ترجمہ عالمی یہودی فتنہ گر) میں اس نے تفصیل دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ہماری اولادوں کو ان کے آباو اجداد کے ورثے سے محروم کیا جا رہا ہے۔ جوانی کے ابتدائی ایام میں، جبکہ لڑکے نئے نئے آزادیٔ فکر سے روشناس ہوتے ہیں، یہودی انہیں اپنے نرغے میں لے لیتے ہیں اور

ان کے ذہنوں میں ایسے خیالات ٹھونس دیتے ہیں جن کے خطرناک نتائج کو ہماری اولاد اس وقت محسوس نہیں کر سکتی"۔(۶)
ہنری فورڈ لکھتا ہے کہ "پروفیسروں اور طلبہ کو ساتھ ملا کر یہودی اپنے کام کو معزز بنا لیتے ہیں۔ یہ لوگ آرٹ، سائنس، مذہب، معاشیات اور سماجیات، غرضیکہ ہر مضمون میں اپنے نظریات داخل کر دیتے ہیں۔(۷) یہ یہودی طریقۂ کار اب پوری طرح ظاہر ہو چکا ہے۔ یعنی پبلک اسکولوں کو لادین (سیکولر) بناؤ۔ دوسرے الفاظ میں بچے کو یہ تعلیم نہ دو کہ اس کی تہذیب وتمدن کا تعلق ایک قدیم مذہب کے گہرے اصولوں سے قائم ہے۔ یہی ہے وہ لبرل ازم، یہودی جس کا اتنا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں"۔

نصاب میں عالمی طور پر تبدیلی کی یہ بات تب ہمارے سامنے اور زیادہ واضح ہو کر آتی ہے جب ہم صہیونیوں کے بڑوں کی مرتب کردہ قدیم دستاویز "پروٹوکولز" کا مطالعہ کرتے ہیں جہاں انہوں نے عیسائی اور مسلم تعلیمی اداروں کے بارے میں صاف طور پر اپنے نظریات پیش کیے ہیں۔ یہودی پروٹوکولز بیان کرتے ہیں (مفہوم) کہ "جب ہماری حکومت قائم ہوگی تو سب سے پہلے ہم یونیورسٹیوں کے تعلیم کی ازسرِنو تنظیم کریں گے۔ اس مقصد کے لیے ایک خفیہ پروگرام کے تحت یونیورسٹیوں کے افسروں اور پروفیسروں کو نئے سرے سے تیار کیا جائے گا۔ نصابِ تعلیم سے ہم ایسے تمام مضامین خارج کر دیں گے جو ہمارے لیے مشکلات پیدا کرنے کا باعث بن سکتے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ غیر یہودی عوام کو ایک ایسا فرمانبردار وحشی جانور بنا دیا جائے جو خود سوچنے اور سمجھنے سے عاری ہو"۔(۹)

یہی وہ رہنما خطوط ہیں جن کی بنیاد پر صہیونیوں نے پہلے عیسائی تعلیمی اداروں پر شب خون مارا تھا اور پھر اب وہ مسلم تعلیمی اداروں پر شب خون مار رہے ہیں۔ اور ان کی ایما پر عقل وخرد سے عاری ہمارے حکمران تعلیمی نصاب میں پُرزور احتجاج کے باوجود مسلسل منفی تبدیلیاں کیے جا رہے ہیں۔

ہیزی فورڈ اپنی مذکورہ کتاب میں سوال کرتا ہے کہ اب اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے؟ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ "علاج بالکل آسان ہے۔ یعنی طلبہ کو بتایا جائے کہ تمام افکار کی پشت پر یہودی ہیں جو ہمیں اپنے ماضی سے کاٹ کر مستقبل کے لیے مفلوج کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں بتایا جائے کہ وہ ان لوگوں کی اولادیں ہیں جو یورپ سے تہذیب وتمدن لے کر آئے ہیں۔ اب یہ یہودی ہمارے اندر آ گھسے ہیں جن کی نہ کوئی تہذیب ہے نہ مذہب۔ اور نہ انہوں نے ماضی میں کوئی کارنامہ انجام دیا ہے اور نہ مستقبل کے بارے میں ان کے عزائم اعلیٰ ہیں"۔(۱۰)

ایک اور مغربی مصنف اور کینیڈا کا بحری افسر "ولیم گائی کار" اپنی معروف تصنیف Pawns in the Game میں کہتا ہے کہ "ان کی قوت کا اندازہ لگانا ہو تو ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان کے گماشتے اپنی صلاحیتوں کے باعث تاریخ کے اَن ہونے واقعات تک کو ہمارے تعلیمی داروں میں پڑھائے جانے سے روک دینے میں کامیاب ہو جاتے ہیں"۔(۱۱)

مندرجہ بالا موجودہ حقیقتِ احوال سے آگاہی کے بعد اب ذرا ملاحظہ کیجیے اسی ضمن کی ایک اور قدیم رپورٹ جو پاکستان کی ایک سابق اہم سفارتی وادبی شخصیت "قدرت اللہ شہاب" نے اپنی معروف کتاب "شہاب نامہ" میں درج کی

ہے۔اسرائیلی تعلیمی کتب کے بارے میں وہ لکھتے ہیں:

''فلسطینی مہاجرین کے بچوں کے لیے یونیسکو نے اپنے خرچ پر یروشلم، دریائے اردن کے مغربی کنارے (West Bank)اور غزا کی پٹی (Ghaza Strip) میں کئی اسکول کھول رکھے تھے۔ان اسکولوں میں تربیت یافتہ مسلمان اساتذہ بھی یونیسکو کی جانب سے تعینات ہوتے تھے، اوران میں جو درسی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، وہ بھی یونیسکو کی جانب سے منظور شدہ ہوتی تھیں، جب یروشلم سمیت ان علاقوں پر اسرائیل نے قبضہ کرلیا تو رفتہ رفتہ یہ خبریں آنے لگیں کہ اسرائیلی حکومت نے ان اسکولوں کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔یونیسکو کے متعین کردہ مسلمان اساتذہ کو زبردستی گھر بٹھا دیا گیا ہے۔ان کو تنخواہ باقاعدہ ملتی ہے، لیکن کسی اسکول کے قریب تک آنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔اگر کوئی کسی جگہ حرفِ شکایت زبان پر لاتا ہے تو وہ اپنے بال بچوں سمیت ناقابلِ بیان عذاب اور تشدد کی زد میں آجاتا ہے۔ان مسلمان اساتذہ کی جگہ ہر اسکول میں اب کٹر یہودی اسٹاف فلسطینی مہاجر بچوں کو پڑھانے پر مامور ہو گیا ہے۔اس کے علاوہ اسکول سے یونیسکو کی منظور شدہ درسی کتابیں بھی نصاب سے خارج کر دی گئی ہیں، اوران کی جگہ اب ایسی کتاب پڑھائی جاتی ہے جس میں اسلام، سیرتِ مبارکہ اور عرب تاریخ وثقافت کے خلاف انتہائی گمراہ کن، غلیظ اور شرمناک پروپیگنڈا ہوتا ہے۔

ایگزیکٹو بورڈ کے ہر اجلاس میں عرب ممالک کے نمائندے اسرائیل کی ان حرکات کا کچّا چٹھا کھولتے تھے اوراپنے ثبوت میں ان کتابوں کے نمونے بھی پیش کر دیتے تھے جو اس نے یونیسکو کے قائم کردہ اسکولوں میں زبردستی رائج کی ہوئی تھیں۔صحیح حالات کا جائزہ لینے کی غرض سے دوبار ایک معائنہ ٹیم اسرائیل گئی، لیکن دونوں بار ہمیں یہ رپورٹ ملی کہ عربوں کے الزامات کی تصدیق میں مقامی طور پر کوئی ثبوت نہیں مل سکا۔اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ یہ ٹیمیں اسرائیلی حکومت کے ساتھ پہلے سے اپنا پروگرام طے کر کے جاتی تھیں اور معائنہ کے روز اسرائیلی حکام، متعلقہ اسکولوں میں یونیسکو کے منظور شدہ اساتذہ اور کتابوں کی نمائش کا ڈرامہ رچا دیتے تھے!

ایگزیکٹو بورڈ میں عرب نمائندوں کے ساتھ میرے بڑے گہرے ذاتی تعلقات تھے۔ہم لوگ آپس میں مل جل کر ایسے راستے سوچا کرتے تھے جن سے اسرائیل کی اس صریح دھاندلی اور اسلام دشمنی کا بھانڈا پھوڑا جائے۔کافی سوچ بچار کے بعد سب کی یہی متفقہ رائے ہوئی کہ کسی قابلِ اعتماد شخص کو خفیہ مشن پر اسرائیل بھیجا جائے، اور وہ وہاں سے اسرائیل کے خلاف عائد کردہ الزامات کا ایسا ثبوت فراہم کرے جو ناقابلِ تردید ہو۔کئی ہفتوں کی چھان بین اور بحث مباحثہ کے بعد انجامِ کار قرعۂ فال میرے نام نکلا۔میں نے بھی اسے چیلنج سمجھتے ہوئے قبول کرلیا۔

بعض گولیوں کے علاوہ اس ڈبیہ میں سرخ رنگ کا ایک کیپسول بھی تھا۔یہ کیپسول دراصل موت کی پڑیا تھی۔اسے نگلتے ہی انسان آناً فاناً ابدی نیند سو جاتا تھا۔مجھے حکم تھا کہ اسرائیل میں اگر کسی وقت میرا راز فاش ہوتا ہوا محسوس ہو تو میں فوراً کیپسول کو نگل کر جان جانِ آفریں کے سپرد کر دوں۔کیونکہ اسرائیلیوں کے ہاتھ آکر زندہ درگور ہونا انتہائی ذلت اور اذیت

کی زندگی کو دعوت دینا تھا۔اس کے علاوہ زندہ گرفتار ہونا خفیہ تنظیم کے وجود کو بھی خطرے میں ڈالنے کے مترادف تھا۔

چند آزمائشی مشقوں میں پورا اترنے کے بعد میں نے عفت اور ثاقب کے نام ایک مختصر سا وصیت نامہ لکھ کر اس مہم کے معتمد کے حوالے کیا اور پھر ایک روز پیرس کے ''اورلے'' ہوائی اڈے پر تل ابیب جانے کے لیے اسرائیلی ہوائی کمپنی El Al کے جہاز پر سوار ہو گیا۔

تل ابیب کے ہوائی اڈے پر کسٹم والوں سے فارغ ہو کر جب میں اپنا سامان لیے باہر نکلا تو اسرائیل کی ٹورسٹ کارپوریشن کے ایک خوش لباس نوجوان نمائندے نے لپک کر مجھے خوش آمدید کہا۔گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے اس نے دبی زبان سے وہ شناختی الفاظ بھی ادا کیے جن کے متعلق مجھے پیرس میں آگاہ کر دیا گیا تھا۔جواباً میں نے بھی اپنے مقرر کردہ شناختی الفاظ دہرائے۔اس کے بعد ''مصطفیٰ'' نے اگلے دس روز کے لیے میرا مکمل چارج سنبھال لیا۔

''مصطفیٰ'' اس نوجوان کا کوڈ کا نام تھا۔چھبیس ستائیس برس کا یہ پڑھا لکھا فلسطینی جوان کئی سال سے جان کی بازی لگا کر اسرائیل میں آزادیٔ وطن کی خاطر طرح طرح کے خفیہ فرائض سرانجام دے رہا تھا۔اسی کے زیرِ اہتمام میں یونیسکو کے قائم کردہ بہت سے اسکولوں میں گیا اور ۱۱۳ شرانگیز کتابوں کے نسخے حاصل کیے جو اسرائیلیوں نے یونیسکو کے نصب شدہ نصاب کی جگہ وہاں پر زبردستی رائج کر رکھے تھے۔ان کتابوں پر میں نے ہیڈ ماسٹروں اور کئی دیگر اساتذہ کے آٹوگراف بھی لیے۔یہ وہ یہودی ہیڈ ماسٹر،اور اساتذہ تھے جنھیں اسرائیلیوں نے یونیسکو کو دھوکا دے کر مسلمان اساتذہ کی جگہ تعینات کر رکھا تھا۔کئی جگہ میں نے ان کی بہت سی خفیہ تصویریں اتاریں۔ایک دو اسکولوں میں وہاں کے یہودی اسٹاف کے ساتھ میرا گروپ فوٹو بھی کھینچا گیا۔ایک اسکول میں ایک فلسطینی بچے کو انتہائی بیدردی کے ساتھ نہایت کڑی اور ذلت آمیز سزا مل رہی تھی۔اس کا قصور صرف اتنا تھا کہ اس نے اپنی کتاب کا وہ سبق پڑھنے سے انکار کر دیا تھا جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی گستاخانہ الفاظ درج تھے۔ہم نے اپنے خفیہ کیمرے کی مدد سے اس سین کی پوری فلم اتار لی جس کی لمبائی دو سو فٹ سے کچھ اوپر تھی۔

خدا کا شکر ہے کہ پیرس واپس آنے کے بعد اسرائیل سے لائی ہوئی میری شہادتوں کو یونیسکو والوں نے تسلیم کر لیا۔ڈائریکٹر جنرل نے ایسے اقدامات کیے کہ مقبوضہ عرب علاقوں میں یونیسکو کے قائم کردہ تمام اسکولوں میں عربوں کا منظور شدہ درسی نصاب ازسرِ نو رائج ہو گیا اور اسرائیل کی لگائی ہوئی ۱۱۳ شرانگیز کتابیں بھی منسوخ ہو گئیں۔اس کے علاوہ آئندہ اس صورتِ حال پر کڑی نظر رکھنے کے لیے قابلِ اطمینان بندوبست کر دیا گیا''۔(۱۴)

ہماری گزشتہ حکومتوں کے ایک بہت ہی اہم افسر کی یہ رپورٹ نہایت چشم کُشا ہے اور اوپر بیان کردہ ہماری تمام صورتِ حال کی تصدیق بھی کر رہی ہے۔

کاش کہ ہمارے آج کے مسلم حکمران بھی سمجھ سکیں کہ جن صہیونیوں کی ایما پر وہ اپنے ہاں کے قدیم تعلیمی نصابوں کی

مسلسل ادھیڑ بُن میں لگے ہوئے ہیں، خود انہوں نے اپنے ملک میں دوسروں کے خلاف نفرت، نسلی برتری، بنیاد پرستی اور دوسروں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کو اپنی نصابی کتابوں کے ہر ہر صفحے پر بکھیرا ہوا ہے۔ اسرائیلی ایما پر اگر کسی اسلامی ملک کا تعلیمی نصاب تبدیل کیا جانا ضروری ہو تب بھی انصاف کا تقاضا ہے کہ پھر ریاستِ اسرائیل کے تعلیمی نصاب کو بھی از سرِ نو ترتیب دیا جانا چاہیے۔ جس وقت عیسائی دنیا یہودیوں کو بری طرح مار رہی تھی اور پناہ کی تلاش میں وہ ساری دنیا میں مارے مارے پھر رہے تھے، اس وقت مسلم اسپین میں یہودیوں کو خوش آمدید کہا جا رہا تھا اور انہیں پُرسکون زندگی گزارنے کی سہولت دی جا رہی تھی۔ یہی وہ مسلم ہسپانیہ تھا جہاں پہنچ کر یہودیوں نے اپنی علمی و تخلیقی صلاحیتوں کو نکھار بخشا تھا۔ اس بات کا اعتراف خود یہودی مفکرین آج بھی کرتے ہیں۔ ہمارے مسلم حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ یہودیوں کو مجبور کریں کہ اسرائیلی تعلیمی نصاب میں وہ ہمارے اس احسان کو بھی سموئیں تا کہ اسرائیلی طلبہ کو اندازہ ہو سکے کہ جب یہودی ہر طرف سے عیسائیوں کے ذریعے کھدیڑے جا رہے تھے، اس وقت یہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے اس کٹھن وقت میں انہیں امن اور تحفظ فراہم کیا تھا۔

مراجع وحواشی

(۱) Rabbi Abraham B Witty and Rachell J. Witty, Exploring Jewish Tradition, P-38, Pub.Double Day Publishers, New York, 2001.

(۲) ایضاً۔ص۲۹

(۳) شحاک ونارٹن میزونسکی، اسرائیل میں بنیاد پرستی، ص۶۴، جمہوری پبلی کیشنز، نیلا گنبد، لاہور، ۲۰۰۴ء

(۴) ایضاً۔ص۱۷۹

(۵) Rabbi Abraham B Witty, P-445-451

(۶) ہینری فورڈ اوّل، مترجم میاں عبدالرشید، عالمی یہودی فتنہ گر، ص۱۳، صُفّہ پبلشرز، ایبٹ آباد روڈ، لاہور۔۲۰۰۳ء

(۷) ایضاً۔ص۱۴

(۸) ایضاً۔ص۱۵

(۹) وکٹر ای مارسڈن، مترجم محمد یحییٰ خان، یہودی پروٹوکولز، دستاویز نمبر۱۶، نگارشات پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۴ء

(۱۰) ہینری فورڈ اوّل، ص۱۴

(۱۱) ترجمہ سید، رضی الدین، باب ''بین الاقوامی سازش''، ''بساط کے مہرے''، اورینٹل پبلی کیشنز، رائل پارس، لاہور، (زیرِ طبع)

(۱۲) شہاب قدرت اللہ، شہاب نامہ، ص۱۱۱۶ تا ۱۱۲۳